فلاح دارین
مفت سلسلۂ اشاعت کتب نمبر ۱۰

رشوت

کی تعریف اور اس کی مختلف صورتیں

مؤلف
مفتی محمد ابوبکر صدیق القادری الشاذلی مدظلہ العالی
(جنرل سیکریٹری طوبیٰ ویلفیر ٹرسٹ انٹرنیشنل)
(رئیس دارالافتاء Qtv)

ناشر
طوبیٰ ویلفیر ٹرسٹ (انٹرنیشنل)

رشوت

کی تعریف اوراس کی مختلف صورتیں

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ رشوت کی تعریف کیا ہے اور کیا رشوت کسی خاص ضرورت کے تحت لینا جائز ہے؟ اگر جائز ہے تو اس ضرورت کی بھی تعریف فرما دیں نیز کیا کسی خاص ضرورت کے تحت رشوت دینا بھی جائز ہے؟ اگر جائز ہے تو اس ضرورت کی بھی تعریف فرما کر مشکور فرمائیں۔

سائل: ندیم اشرف، (راولپنڈی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

رشوت ایک ایسی لعنت ہے جو کسی بھی معاشرے کو ہلاکت کے دہانے تک پہنچا دیتی ہے، دنیا میں ایسی قوم پر رعب مسلط کر دیا جاتا ہے اور آخرت میں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

رشوت قرآن وسنت کی روشنی میں

اسی لئے قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں رشوت، رشوت لینے والوں، دینے والوں اور اس کے لئے واسطہ بننے والوں کی شدید مذمت فرمائی گئی، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَلَا تَأْكُلُوٓا۟ أَمْوَٰلَكُم بَيْنَكُم بِٱلْبَٰطِلِ وَتُدْلُوا۟ بِهَآ إِلَى ٱلْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا۟ فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَٰلِ ٱلنَّاسِ بِٱلْإِثْمِ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ [البقرۃ:١٨٨].

ترجمہ: اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ حاکموں کے پاس ان کا مقدمہ اس لئے پہنچاؤ کہ لوگوں کا کچھ مال ناجائز طور پر کھالو جان بوجھ کر۔

احادیث مبارکہ میں سے چند احادیث پیش کی جاتی ہیں:

امام ابن جریر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ''جو گوشت ناپاک مال سے پروان چڑھا ہو وہ جہنم کا زیادہ حق دار ہے۔انہوں نے عرض کی کہ ناپاک مال کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ فیصلہ میں رشوت لینا''۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا کہ''جس قوم میں سود عام ہو جائے وہاں قحط پڑ جاتا ہے اور جس قوم میں رشوت عام ہو جائے اُن پر رعب طاری کر دیا جاتا ہے''۔

امام ترمذی نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رشوت لینے والے دینے والے پر لعنت فرمائی۔

اور ایک روایت میں رائش پر بھی لعنت ہے، رائش سے مراد وہ شخص ہے جو رشوت لینے اور دینے والے کے مابین واسطہ بنتا ہے۔

مذکورہ بالا آیت قرآنی اور احادیث طیبہ کی روشنی میں فقہاء اسلام نے رشوت کو گناہ کبیرہ قرار دیا ہے؛ لہذا مسلمان پر فرض ہے کہ وہ رشوت سے اجتناب کریں۔

درج ذیل سطور میں رشوت کی تعریف رقم کی جاتی ہے:

رشوت کی تعریف:

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ''فتح الباری'' ج۵،ص۵۳۹، پر فرماتے ہیں:

(رشوة) بضم الراء و كسرها ويجوز الفتح وهي ما يؤخذ بغير عوض ويعاب آخِذُه۔ وقال ابن العربی۔الرشوة كل مال دفع ليبتاع به من ذي جاه عونا على ما لا يحل والمرتشي قابضه والراشي معطيه والرائش الواسطة.

ترجمہ: رشوت را کے ضمہ اور کسرہ کے ساتھ ہے اور فتح بھی جائز ہے اور یہ وہ چیز ہے جو بغیر عوض لی جاتی ہے اور اس کے لینے والے پر عیب لگایا جاتا ہے۔ سیدنا ابن العربی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ''رشوت سے مراد ہر وہ مال ہے کہ جسے اس لیے دیا جاتا ہے کہ صاحب مرتبہ سے حرام کام پر مدد لی جائے''مرتشی رشوت لینے والا راشی دینے والا اور رائش ان دونوں کے مابین واسطہ ہے۔

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ رشوت کی تعریف درج ذیل الفاظ میں فرماتے ہیں:

"ما يعطيه الشخص الحاكم وغيره ليحكم له أو يحمله على ما يريد"

("رد المحتار" صـ ٣٤، جـ ٨)

ترجمہ: رشوت اس شیٔ کا نام ہے جو کوئی شخص حاکم یا اس کے غیر کو اس لیے دے کہ وہ اس کے حق میں فیصلہ کر دے یا اس کام کے کرنے پر ابھارے جو وہ (رشوت دینے والا) چاہتا ہے

رشوت کی اقسام:

امام کمال الدین ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ نے رشوت کی چار اقسام بیان فرمائیں جو کہ درج ذیل ہیں:

منها ما هو حرام على الآخذ والمعطى وهو الرشوة على تقليد القضاء والإمارة ثم لا يصير قاضيا الثانى ارتشاء القاضى ليحكم وهو

كذلك حرام من الجانبين ثم لا ينفذ قضائه في تلك الواقعة التي ارتشى فيها سواء كان بحق أو بباطل أما في الحق فلأنه واجب عليه فلا يحلّ أخذ المال عليه وأما في الباطل فأظهر......والثالث اخذ المال ليسوى امره عند السلطان دفعا للضرر أو جلبا للنفع وهو حرام على الآخذ لا الدافع ......والرابع ما يدفع لدفع الخوف من المدفوع إليه على نفسه وماله حلال للدافع حرام على الآخذ؛ لأن دفع الضرر عن المسلم واجب ولايجوز أخذ المال ليفعل الواجب.

(فتح القدیر ص ٢٥٥ ج٧ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

ترجمہ: ان چار اقسام میں سے پہلی قسم وہ ہے جو رشوت لینے والے اور دینے والے دونوں ہی پر حرام ہے اور یہ قضاء اور عہدے کے حصول کے لیے رشوت دینا ہے چنانچہ رشوت دے کر عہدہ قضاء حاصل کرنے والا قاضی (Judge) نہیں بن سکتا، رشوت کی دوسری قسم قاضی کا فیصلہ کرنے کے لیے رشوت لینا یہ قسم بھی دونوں ہی کے لیے حرام ہے پھر جس مسئلے میں قاضی نے رشوت لے کر فیصلہ کیا ہو اس میں قاضی کی قضاء بھی نافذ نہ ہوگی خواہ اس کا فیصلہ حق پر مبنی ہو یا باطل پر حق کے مطابق فیصلہ کرنے کے باوجود اس لئے نافذ نہ ہوگا کہ قاضی پر یہ فیصلہ کرنا واجب تھا چنانچہ اس پر اس کے لیے مال لینا جائز نہ تھا اور غلط فیصلے کا نافذ نہ ہونا تو ظاہر ہے تیسری قسم یہ ہے کہ اس لئے مال لے تاکہ حاکم کے یہاں اس کا کام بنادے تاکہ رشوت دینے والے سے ضرر دور کردے یا اس کو نفع پہنچادے رشوت کی یہ قسم لینے والے کے لیے حرام ہے اور دینے والے کے لیے نہیں چوتھی قسم یہ کہ رشوت دینے والا اپنی جان و مال سے خوف دور

کرنے کے لیے رشوت دے یہ قسم بھی دینے والے کے لیے جائز ہے اور لینے والے کے لیے حرام ہے کیونکہ مسلمان سے ضرر کو رفع کرنا واجب ہے اور واجب کو ادا کرنیکے لیے مال لینا جائز نہیں ہے۔

البتہ علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی بحث میں ایک صورت اور بتائی جو بظاہر رشوت لگتی ہے مگر حقیقت میں رشوت نہیں لہذا یہ دینے اور لینے والے، دونوں ہی کے لئے حلال ہے۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں،

واما الحلال من الجانبين فهو الاهداء للتودد والمحبة كما صرحوا به ۔ وليس هو من الرشوة ۔

(البحر الرائق ج٦ ص٢٦٢ مطبوعہ: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

ترجمہ: اور وہ جو جانبین سے حلال ہے وہ محبت کی وجہ سے تحفہ دینا ہے جیسا کہ علماء نے اس بارے میں تصریح فرمائی۔ اور یہ رشوت نہیں ہے۔

امام اہل سنت اعلیٰحضرت عظیم البرکت رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

''رشوت لینا مطلقاً حرام کسی حالت میں جائز نہیں جو پرایا حق دبانے کے لیے دیا جائے رشوت ہے یونہی اپنا کام بنانے کے لیے حاکم کو دیا جائے رشوت ہے لیکن اپنے اوپر سے دفع ظلم کے لیے دیا جائے دینے والے کے حق میں رشوت نہیں یہ دے سکتا ہے لینے والے کے حق میں وہ بھی رشوت ہے اور اسے لینا حرام ہے۔

فقہائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی مذکورہ بالا عبارات سے درج ذیل امور واضح ہوئے،

(١) رشوت لینا کسی حال میں جائز نہیں۔

(۲) پرایا حق دبانے کے لئے جو دیا جائے وہ دونوں (لینے اور دینے والے) کے حق میں رشوت ہے۔

(۳) اپنا کام بنانے کے لئے حاکم کو جو دیا جائے وہ دونوں کے حق میں رشوت ہے۔

(۴) اپنے سے دفع ظلم کے لئے دیا جائے وہ لینے والے کے حق میں رشوت ہے۔

(۵) ہر وہ شیء جو بغیر عوض لی جائے اور لینے والے پر اس کی وجہ سے عیب آتا ہو وہ رشوت ہے۔

(۶) جواز روئے محبت دیا جائے وہ دونوں کے حلال ہے۔ وہ رشوت نہیں ہے۔

درج بالا امور کی وضاحت درج ذیل سطور میں رقم کی جاتی ہے۔

رشوت لینا مطلقا حرام ہے

(۱) رشوت لینا مطلقا حرام ہے کسی صورت میں جائز نہیں ظاہر ہے کہ عموماً رشوت لینے میں نہ تو خود سے دفع ظلم مقصود ہوتا ہے اور نہ اپنی جان و مال پر سے خوف دور کرنا بلکہ اس کے برعکس رشوت لینے میں لوگوں پر ظلم و تعدی کرنا متحقق ہوتا ہے لہٰذا علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے رشوت لینے کو مطلقا حرام فرمایا لیکن فی زمانہ یہ بات سننے میں آئی ہے کہ بعض محکموں میں رشوت کا بازار گرم ہے بلکہ یہ محکمے رشوت لینے میں اتنے بدنام ہیں کہ انکے بارے میں کسی کو خبردار کرنے کی ضرورت پیش نہیں آتی چنانچہ ان محکموں کا آوے کا آوہ ہی بگڑا ہوا ہے ان میں اوپر سے لیکر نیچے تک رشوت کا دور دورہ ہے اور ایسی سنگین حالت ہے کہ کوئی ملازم رشوت نہ لے تو اسے لینے کے دینے

پڑ جاتے ہیں اور صالح ملازم کو براہ راست رشوت لینے پر مجبور نہیں کیا جاتا ہے بلکہ اس آفس کے دیگر افراد جو رشوت وصول کرتے ہیں اس میں سے حصہ دیا جاتا ہے اگر وہ لینے سے انکار کردے تو اس کے خلاف نہایت ہی غلط قسم کے الزام لگا کر نہ صرف بدنام کردیا جاتا ہے بلکہ ادارے سے بھی نکلوادیا جاتا ہے اگرچہ ایسی صورت کم ہی پیش آتی ہے مگر علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے بیان کیے ہوئے اصولوں کے تحت اس شخص کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ جبراً پیش کی جانے والی رشوت سے حصہ لے اور اپنے سے دفع ظلم کرلے۔ علامہ ابن نجیم مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

لم ار قسما یحل الأخذ فیه دون الدفع (البحر الرائق ص ٤٢١ ج ٦ مطبوعه مکتبه رشیدیه کوئٹه)

ترجمہ: میری نظر سے رشوت کی کوئی ایسی قسم نہیں گذری کہ لینے والے کے لیے جائز ہو اور دینے والے کے لیے حرام۔

ظاہر ہے مسلمان کا مال اس کی رضا کے بغیر لینا یا تلف کرنا ظلم ہے مال مسلم کو تلف کرنے کی رخصت صرف اسی صورت میں ہے کہ جب قتل یا کسی عضو کے کاٹ دیے جانے کا خوف ہو جیسا کہ الدر المختار میں ہے،

(ورخص له اتلاف مال مسلم) أو ذمی اختیار (بقتل أو قطع) و یؤجر لو صبر۔

(الدر المختار ص ۱۸۶،۱۸۷ ج۹ دار الکتب العلمیه)

ترجمہ: اور جب اسے قتل یا کسی عضو کے کاٹ دینے کی دھمکی دی جائے تو اس کے لیے مسلمان یا ذمی کے مال کو تلف کرنے کی رخصت ہے اور اگر صبر کریگا تو اجر پائے گا۔

اورظاہر ہے کہ ان داراوں میں رشوت نہ لینے پر ملازم کو قتل یا قطع عضو کی دھمکی نہیں دی جاتی کہ جس کے تحت اسے رشوت لینا جائز ہو جائے ہاں البتہ اگر کہیں ایسی صورت پائی جائے کہ نہ لینے پر قتل یا عضو کاٹ دیے جانے کا خوف ہو تو لینا جائز ہے مگر اس مال کو اپنے استعمال میں پھر بھی نہیں لا سکتا کہ اس میں خبث لعدم الملک ہے بلکہ حکم یہ ہے کہ ممکن ہو تو ایسے مال کو اس کے مالک تک پہنچادے ورنہ ثواب کی نیت کے بغیر کسی شرعی فقیر کو دیدے۔

۲۔ پرایا حق دبانے کے لیے جو مال دیا جائے رشوت ہے یہ لینے اور دینے والے دونوں کے لیے ناجائز ہے فی زمانہ اس کی مثال قاضی (Judge) سے اپنے حق میں ناجائز فیصلہ کروانے کے لیے مال دینا ہے یونہی کسی کا حق دبالیا ہو اب وہ مظلوم تھانے میں رپورٹ کرواکر اپنا حق وصول کرنا چاہے تو یہ ظالم تھانے والوں کو مال کھلاکر اپنے خلاف کاروائی سے روک لے۔

۳۔ اپنا کام بنانے کے لیے حاکم کو دیا جائے رشوت ہے یا حاکم کے یہاں کام بنانے والے کو دی جائے یہ بھی دونوں ہی کے لیے ناجائز ہے فی زمانہ اس کی مثال یہ ہے کہ حصول نوکری کے لیے عہدہ داروں کو رشوت دی جائے اسی طرح اسمگلنگ کرنے کے لیے حکومتی حکام کو مال دینا تا کہ وہ اس کی راہ میں رکاوٹ نہ بنے۔ ہاں اگر صورت حال ایسی ہو کہ کام شرعاً جائز ہو اور از روئے قانون بھی منع نہ ہو مگر حاکم یا عہدیدار بغیر رشوت لئے وہ کام نہیں ہونے دیتا اور اگر یہ اس صورت میں رشوت نہ دے تو نقصان کا ظن غالب ہے تو اس صورت میں حاکم یا حاکم کے نمائندے کو خود سے دفعِ ظلم کے لیے رشوت دے سکتا ہے مثلاً بیرون ملک سے قانون کے مطابق کوئی جائز

چیز منگوائی مگر کسٹم آفیسر بلا وجہ میم و میخ نکال کر رشوت طلب کرتا ہے۔ اور یہ چوتھی صورت میں داخل ہے یعنی دینے والے کے لیے جائز اور لینے والے کے لیے ناجائز۔

۴۔ اپنے سے دفعِ ظلم کے لیے رشوت دینا یہ صرف دینے والے کے لیے جائز اور لینے والے کے لیے حرام ہے فی زمانہ اس کی مثال ناحق ایف آئی آر پر عمل درآمد سے رکوانے کے لیے مال دینا ہے۔ اسی طرح شاعر کو اس لیے کچھ دے دینا کہ کہیں ہجو نہ لکھ دے علامہ علاؤ الدین الحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

" لا بأس بالرشوة اذا خاف علی دینه و النبی صلی الله تعالیٰ علیه واله وسلم کان یعطی الشعراء ولمن یخاف لسانه الدر المختار" (ج ۹ ص ۷۰۷)

ترجمہ: اگر اپنے دین پر خوف ہو تو بچنے کے لیے رشوت دینے میں گناہ نہیں ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کو جن شاعروں سے ایذاء کا اندیشہ ہوتا تھا اسے کچھ دے دیا کرتے تھے۔

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ " کان یعطی الشعراء " کی شرح میں فرماتے ہیں

" فقد روی الخطابی فی الغریب عن عکرمة مرسلاً قال " أتی الشاعر النبی صلی الله تعالیٰ علیه واله وسلم فقال یا بلال اقطع لسانه عنی فأعطاه أربعین درهما " (ج۹ ص ۶۰۷)

ترجمہ: خطابی نے الغریب میں عکرمہ رضی اللہ عنہ سے مرسلا روایت کیا کہ ایک شاعر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ اے بلال میرے بارے میں اس کی زبان کو لگام دو تو
بلال رضی اللہ عنہ نے اسے چالیس درہم دیدیئے۔

یونہی اخبار والوں کے ظلم سے بچنے کے لیے کچھ دینا تا کہ وہ جھوٹی خبر چھاپ کر ناحق بدنام نہ کرے۔ بہرحال ان تمام صورتوں میں مال لینے والے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی زبان مبارک پر ملعون ہیں۔

عہدہ دار کے لئے تحفہ رشوت ہے

۵۔ ہر وہ شیء جو بغیر عوض لی جائے اور لینے والے پر اس کی وجہ سے عیب آتا ہو۔ احکامِ شریعت کی رو سے عمومی حالات میں تحفہ قبول کرنا اور دینا اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی سنت ہے مگر بعض صورتوں میں مظنۂ رشوت و تہمت ہونے کی وجہ سے ناجائز اور رشوت کے حکم میں ہے مثلاً کسی کو عہدہ قضا یا کوئی حکومتی یا غیر حکومتی عہدہ ملے تو لوگ اس کو تحفے پیش کرتے ہیں اگر اس قاضی یا عہدہ دار اور لوگوں کے درمیان تحائف کے تبادلے کا سلسلہ پہلے سے نہ ہو تو اب اس کے لیے ان لوگوں کا تحفہ قبول کرنا جائز نہیں یا تحائف کے تبادلے کا سلسلہ تو پہلے ہی سے جاری تھا مگر اب تحائف میں غیر معمولی اضافہ کر دیا ہو تو اس زیادتی کو قبول کرنا منع ہے بلکہ عہدہ قضاء پر فائز ہونے کے بعد لوگوں کی طرف سے دی جانے والی خصوصی دعوت قبول کرنا بھی ممنوع ہے جیسا کہ شیخ الاسلام امام برہان الدین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

(ولا يقبل هدية الامن ذى رحم محرم او ممن جرت عادته قبل القضاء بمهاداته) لأن الاول صلة الرحم والثاني ليس للقضاء بل جرى

على العادة ، و فيما وراء ذلك يصير آكلا بقضائه حتى لو كانت للقريب خصومة لا يقبل هديته ، و كذا اذا زاد المهدى على المعتاد أو كانت له خصومة لأنه لأجل القضاء فيتحاماه، ولايحضر دعوة الا ان تكون عامة لأن الخاصة لأجل القضاء فيتهم بالاجابة بخلاف العامة

(الهداية ج٣ ص ١٠٣ مطبوعه دارالنفائس رياض)

ترجمہ: قاضی ذی رحم محرم رشتہ دار اور جس سے پہلے ہی تحائف کے تبادلے کا سلسلہ ہو ان دونوں کے سوا کسی کا ھدیہ قبول نہیں کریگا کیونکہ اول (ذی رحم محرم) کا تحفہ قبول کرنا صلۂ رحمی ہے اور دوسرے کا تحفہ عہدہ قضاء کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ عادتِ سابقہ کے مطابق ہے ان کے علاوہ کسی کا ھدیہ قبول کریگا تو اپنی قضاء کی کمائی کھانے والا ہوگا حتی کہ اگر کسی قریبی رشتہ دار (ذی رحم محرم) کا مقدمہ اس کے پاس فیصلہ کے لیے آیا ہو تو اب اس کا بھی ھدیہ قبول نہیں کرسکتا۔ اسی طرح تحفہ دینے والا اپنی سابقہ عادت سے بڑھ کر زیادہ تحفہ دے یا اس کا مقدمہ اس قاضی کے پاس ہو تو اس کا بھی تحفہ قبول نہیں کرسکتا کیونکہ اب یہ تحفہ قضاء کی وجہ سے دینا ہوگا پس قاضی ان دونوں سے بچے گا نہ ہی کسی دعوت میں شریک ہوسکتا سوائے یہ کہ وہ دعوت عمومی قسم کی ہو کیونکہ خصوصی دعوت قضاء کی وجہ سے کی جاتی ہے چنانچہ اس کو قبول کرکے متہم ہوجائے گا برخلاف عام دعوت کے۔

مذکورہ عبارت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حکم صرف قاضی کے لیے خاص ہے مگر صحیح یہ ہے کہ یہ حکم تمام حکومتی وغیر حکومتی، سیاسی وغیر سیاسی، مذہبی یا غیر مذہبی عہدہ داروں کے

لیے ہے بلکہ فی زمانہ ہر عہدہ دار جو کسی بھی جانب سے لوگوں کو نفع ونقصان پہنچا سکتا ہو اس حکم میں داخل ہے جیسا کہ شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام سے ظاہر ہے۔آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں،

"قال ﷺ الهدية تذهب وحر الصدر اى وعر الصدر قال ﷺ تهادوا تحابوا ولكن هذا فى حق لم يتعين لعمل من أعمال المسلمين فأما من تعين لذلك كالقضاة والولاة فعليه التحرز عن قبول الهدية خصوصا ممن كان لا يهدى اليه قبل ذلك لأنه من جوالب القضاء وهو نوع من الرشوة والسحت والاصل فيه ما روى أن النبى ﷺ استعمل ابن اللتبية على الصدقات فجاء بمال فقال هذا لكم وهذا مما اهدى الى فقال ﷺ فى خطبته ما بال قوم نستعملهم فيقدمون بمال و يقولون هذا لكم وهذا مما أهدى الى ۔فهلّا جلس احدكم عند حمش امه فينظر أيهدى اليه ام لا ۔ واستعمل عمر رضى الله عنه اباهريرة رضى الله عنه فقدا اتى بمال فقال من اين لك هذا۔ قال تنتجت الخيول و تلا حقت الهدية۔قال اى عدو الله هلا قعدت فى بيتك فتنظرا يهدى اليك ام لا فأخذ ذلك منه وجعله فى بيت المال فعرفنا ان قبول الهدية من الرشوة اذا كان بهذه الصفة ومن جملة الاكل بالقضاء ومما يدخل به عليه التهمة و يطمع فيه الناس فليحترز من ذلك الا ـــــ(المبسوط للسرخسى ج١٦ ص٨٢ مطبوعه:دارالفكر بيروت)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ" تحفہ دل کی سختی کو دور کرتا ہے۔" سرکار

ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ" باہم ایک دوسرے کو تحفہ دو اور لو، محبت کرو گے۔"لیکن یہ حکم اس کے حق میں ہے کہ جسے مسلمانوں پر کوئی عہدہ نہ دیا گیا ہو اگر کوئی اس کے لئے متعین ہو چکا جیسے قاضی (Judges) اور والیان وغیرہ تو ان کے لیے تحفہ لینے سے بچنا واجب ہے۔خاص طور پر اسکے تحفے سے جو پہلے نہیں دیا کرتا تھا کیونکہ یہ قضاء کی کمائی ہے اور وہ رشوت وناپاکی کی قسم ہے اور اس باب میں اصل وہ حدیث ہے کہ جس کو روایت کیا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ابن اللبیۃ رضی اللہ عنہ کو صدقات کی وصولی پر مقرر کیا پس وہ مال لے کر آئے اور کہا کہ یہ تمھارے لئے ہے اور یہ مجھے بطور تحفہ ملا ہے۔تو نبی کریم ﷺ نے اپنے خطبے میں فرمایا کہ اس قوم کا کیا حال ہے کہ ہم انھیں عہدے پر مقرر کرتے ہیں پھر وہ مال لے کر آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ آپ کے لئے ہے اور یہ مجھے تحفہ دیا گیا ہے۔پس تم میں سے کوئی ایک اپنی ماں کے پاس بیٹھ رہتا تو ہم دیکھتے کہ اسے تحائف پیش کیے جاتے ہیں یا نہیں۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عامل مقرر کیا تو مال لے کر آئے۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا کہ یہ مال کیسے حاصل کیا؟ جواباً عرض کیا کہ بعض تو گھوڑوں کے ذریعے سے ملا ہے اور بعض مجھے تحفۃً ملا ہے۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے اللہ کے دشمن! اپنی ماں کے گھر بیٹھ رہتا تو ہم دیکھتے کہ تجھے تحائف پیش کیے جاتے ہیں یا نہیں۔پس سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے وہ مال لے کر بیت المال میں داخل فرمادیا۔چنانچہ معلوم ہوا کہ اس قسم کا تحفہ قبول کرنا رشوت اور قضاء کی کمائی کی قسم سے ہے اور ان اشیاء میں سے ہے کہ لینے والے پر تہمت کا سبب بنتا ہے اور لوگ اس میں طمع رکھتے ہیں۔پس اس سے ضرور بچا جائے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی عبارت کی شرح میں جو کچھ لکھا اس سے بھی یہی ظاہر کہ یہ حکم ہر عہدہ دار کے لئے ہے۔آپ فرماتے ہیں،

"وقال علیه السلام تهادوا تحابوا و لكن هذا بحق من لم يتعين لعمل من أعمال المسلمين فأما من تعين لذلك كالقاضي والوالي ، فعليه التحرز عن قبول الهدية خصوصا ممن كان لايهدى قبل ذلك، اذ هو نوع من الرشوة و السحت"

(البناية شرح الهداية ج٨ ص ٢٤ مطبوعه مكتبه رشيديه كوئته)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ تحفے کا آپس تبادلہ کرو محبت بڑھے گی مگر یہ قول مبارک اس کے حق میں ہے کہ جسے مسلمانوں پر عہدہ دار نہ بنادیا گیا ہو اور جسے مسلمانوں پر عہدہ دیدیا گیا ہو جیسے قاضی یا والی تو اس پر تحفہ قبول کرنے سے بچنا ضروری ہے خاص طور پر اسے کہ جسے پہلے تحفے نہ پیش کیے جاتے ہوں کیونکہ اس کے لیے اب یہ تحفہ رشوت وناپاکی کی قسم سے ہے۔

عہدہ دار پر ہر قسم کی عنایت ممنوع ہے

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس باب میں وہی حدیث شریف نقل فرمائی جسے شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل فرمایا پھر اس کے تحت فرماتے ہیں

"وتعليل النبى ﷺ دليل على تحريم الهدية التى سببها الولاية۔فتح۔قال فى البحر :وذكر الهدية ليس احترازيا،اذيحرم عليه الاستقراض والاستعارة ممن يحرم عليه قبول الهدية كما فى الخانية اه۔قلت :ومقتضاه انه يحرم عليه سائر التبرعات فتحرم المحاباة أيضاولذا

قالوا: له اخذ أجرة كتابة الصك بقدر أجرالمثل۔فان مفاده انه لايحل له اخذ الزيادة لأنها محاباة، وعلى هذا مايفعله بعضهم من شراء الهدية بشئ يسير او بيع الصك بشئ كثيرلايحل،وكذا مايفعله بعضهم حين اخذ المحصول من انه يبيع به الدافع دواة او سكينا او نحو ذلك لايحل ،لأنه اذا حرم الاستقراض و الاستعارة وهذا أولى۔ (رد المحتار على الدرالمختار ج٨ص ٤٨، ٤٩ مطبوعه مكتبه امداديه ملتان)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ کا اس مسئلے کی علت بیان کرنا ولایت (عہدے) کے ذریعے حاصل ہونے والے تحفہ کی حرمت پر دلیل ہے۔فتح۔البحرالرائق میں فرمایا کہ یہاں تحفے کا ذکر ماسوا (یعنی تحفہ کے علاوہ) سے احتراز کے لیے نہیں ہے بلکہ عہدہ دار کے لیے ہر اس شخص سے قرض اور عاریت طلب کرنا بھی حرام ہے کہ جس کا تحفہ قبول کرنا حرام ہے جیسا کہ خانیہ میں ہے اھ۔میں (علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ) کہتا ہوں کہ اس عبارت کا مقتضاء یہ ہے کہ عہدہ دار پر ہر قسم کے تبرعات (عنایتیں) حرام ہیں۔ چنانچہ کچھ دے کر محبت بڑھانا بھی حرام ہے۔اسی لیے علماء نے فرمایا کہ قاضی کاغذ لکھنے پر اجرتِ مثل لے گا پس اس کا مفاد یہ ہے کہ زیادہ لینا اس کے لیے حلال نہیں ہے کیونکہ یہ محابات (بے جا نوازش) سے ہے پس اس قول پر تحفے کو سستی چیز کے بدلے میں خریدنا یا کاغذ کے ٹکڑے کو کسی مہنگی چیز کے بدلے میں بیچنا حلال نہیں ہے جیسا کہ بعض لوگ حیلہ کرتے ہیں۔اسی طرح جو لوگ محصول لیتے وقت محصول دینے والے کو دوات یا چھری یا اسی طرح کی سستی چیز بیچ کر مال لیتے ہیں حلال نہیں ہے کیونکہ جب اس کے لیے قرض اور عاریت لینا حرام ہے تو یہ بدرجہ اولیٰ حرام ہوگا۔

امام،مفتی اورواعظ کے لئے تحفہ

ان تمام عبارات سے یہی مستفاد کہ یہ حکم صرف حکومتی عہدے داروں کے لئے خاص نہیں بلکہ یہ ہراس شخص کے لئے ہے جواپنے عہدے کی وجہ سے لوگوں کونفع یا نقصان پہنچانے پرقدرت رکھتاہو۔البتہ مفتی، عالم، امام مسجد اورواعظ کواگرتحائف ان کے علم کی وجہ سے دیے جاتے ہوں تولینا اوردیناجائز ہےجیسا کہ درمختار میں ہے

"یجوز للامام و المفتی والواعظ قبول الھدیة لأنه انما یھدی الی العالم لعمله"

(الدرالمختار ج۸ ص ۵۰ مطبوعه دارالکتب العلمیه)

ترجمہ: امام،مفتی، واعظ کوتحفہ قبول کرنا جائز ہے کیونکہ عالم کوتحفہ اس کے اچھے کام کی وجہ سے دیا جاتا ہے۔

امام،مفتی اورواعظ کے لیےتحفہ قبول کرنے کے بارے میں مذکورہ بالاحکم عمومی حالات میں ہےلیکن علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ اس میں بھی احتیاط کافرماتے ہیں آپ لکھتے ہیں،

لا یلحق بالقاضی فیما ذکر المفتی والواعظ و معلم القرآن و العالم، لأنهم لیس لهم اهلیة الالزام، والأولی فی حقهم ان کانت الهدیة لأجل ما یحصل منهم من الافتاء والوعظ والتعلیم عدم القبول لیکون علمهم خالصا لله تعالیٰ، وان اهدی الیهم تحببا و توددا لعلمهم و صلاحهم فالأولی القبول۔

(ردالمحتار تج۸ ص ۵۰)

ترجمہ: قبول ھدیہ کے سلسلے میں جواحکام قاضی کے بارے میں ذکر کیے گئے ہیں وہ مفتی، واعظ اورمعلم قرآن وعالم پرلاگونہیں ہیں کیونکہ یہ لوگ کسی پرکوئی چیزلازم نہیں کرسکتے لیکن ان کے حق میں بھی بہتر یہی ہے کہ اگر انہیں تحائف فتوی دینے، وعظ کرنے اورتعلیم دینے کی وجہ سے پیش کیے جاتے ہیں تو قبول نہ کریں تاکہ ان کاعلم خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہوجائے اوراگر یہ تحائف صرف انکے علم کی محبت وصفت صلاح کی وجہ سے پیش کئے جاتے ہیں تو قبول کرلینا بہتر ہے۔

لیکن اگرکسی مفتی کوحکم شرعی میں نرمی ورعایت بیان کرنے کی وجہ سے ھدیہ دیا جائےتو اس کے لیے ایساتحفہ قبول کرنا شدیدمکروہ ہےاگرچہ وہ صحیح حکم ہی کیوں نہ بیان کرےاوراگر غلط حکم بیان کرکےنرمی ورخصت بتاتا ہےتوسخت فاسق وفاجر ہےاوریہ تحفہ قبول کرنا حرام ہےردالمحتار میں ہے

و اما اذا اخذ المفتی الھدیة لیرخص فی الفتوی : فان کان بوجه باطل فهو رجل فاجر یبدل احکام الله و یشتری بها ثمنا قلیلا فان کان بوجه صحیح فهو مکروه کراهة شدیدة (ج۸ ص ۵۰)

ترجمہ: اگرمفتی نے احکام شریعت میں رخصت دینے کی وجہ سےتحفہ لیادرآنحالیکہ اگر یہ رخصت باطل طریقے سے بیان کی تو ایسامفتی سخت فاجر ہے۔اللہ تعالیٰ کے احکام تبدیل کرتا ہےاوراسکےبدلے میں ذراسی قیمت لیتا ہےاوراگررخصت صحیح وجہ پر بیان کرتا ہےتو بھی اس کے لئے تحفہ قبول کرناسخت مکروہ ہے۔

یونہی اگرمفتی شرعی حکم زبانی بتانے پرتحفہ لےتو بھی شدید کراہت ہے اوراگر زبانی حکم بنانے پربطوراجرت لیتا ہےتو اسے یہ اجرت بنام تحفہ حلال نہیں ہے جیسا کہ

ردالمحتار میں ہے اسی جلد وصفحہ پر ہے

" واما اذا أخذ لاليرخص له بل لبيان حكم شرعي فهذا ما ذكره اولا، و هذا اذا لم يكن بطريق الأجرة بل مجرد هدية لأنه أخذ الأجره على بيان الحكم الشرعي لا يحل عندنا و انما يحل على الكتابة لأنها غير واجبة عليه۔

ترجمہ: اگر مفتی نے زبانی شرعی حکم بیان کرنے پر تحفہ لیا نہ کہ کسی حکم میں رعایت کی وجہ سے تو اس کا حکم پہلے بیان ہوا کیونکہ زبانی شرعی حکم پر اجرت لینا ہمارے نزدیک جائز نہیں ہے۔ مفتی کے لئے صرف کتابت پر اجرت لینا جائز ہے۔

ہاں البتہ مفتی کے لیے لکھ کر دینے پر اُجرت لینا جائز ہے جیسا کہ مذکورہ بالا عبارت میں بیان ہوا لیکن اس بات کا خیال رہے کہ لکھ کر دینے پر اجرت لینا اسی وقت میں جائز ہے کہ جس وقت میں وہ کسی کا اجیر خاص نہ ہو اگر اس نے اجارہ کے اوقات کے درمیان لکھ کر فتوی دینے پر مستاجر (جس کے یہاں ملازم) کے علاوہ کسی اور سے اجرت لی تو نا جائز امر کا مرتکب ہوا اور اتنے وقت کی تنخواہ کا مستحق نہ ہوگا درمختار میں ہے

ليس للخاص أن يعمل لغير ، ولو عمل نقص من اجرته بقدر ما عمل" (ج۹ ص ۹۶)

ترجمہ: اجیر خاص کو جائز نہیں کہ وہ کسی غیر کے لئے کام کرے، اگر وہ ایسا کرے تو اس کے کام کے تناسب سے اجرت منہا کر دی جائیگی۔

استاد کے لئے تحفہ کے حکم

یونہی قرآن یا درس نظامی یا دیگر علوم پڑھنے والوں کو بھی طالب علم کی طرف سے دیئے جانے والے تحائف قبول کرنے میں نہایت احتیاط کی ضرورت ہے کیونکہ مدرس بھی بعض مسلمانوں کے امور پر والی ہوتے ہیں اگر چہ وہ بعض مسلمان طلباء ہی کیوں نہ ہوں۔

عہدہ دار کون ہے؟

ردالمحتار میں عہدہ دار کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں

" ومن العمال مشائخ الأسواق والبلدان و مباشرو والأوقاف و كل من يتعاطى امرا يتعلق بالمسلمين انتهى، (ج۸ ص ۵۰)

ترجمہ: اور عہدہ داروں میں بازاروں اور شہروں کے عہدہ دار، اوقاف کے معاملات چلانے والے اور ہر وہ شخص شامل ہے جو کسی ایسے معاملے میں عہدہ دار ہو جو مسلمانوں سے متعلق ہو۔

مذکورہ عبارت سے ظاہر ہے کہ استاذ بھی عہدہ دار ہے کیونکہ طلباء کا مدرسے میں داخلہ برقرار رہنا اکثر استاذ ہی کے رحم وکرم پر ہوتا ہے۔ استاذ اس کی بے قاعدگیوں پر کلاس سے نکال سکتا ہے بلکہ بعض اوقات داخلہ بھی منسوخ کرواسکتا ہے یا داخلہ منسوخ کروانے کی سفارش کرسکتا ہے۔ یونہی امتحانات میں حل کیے جانے والے پیپرز کو قبل از وقت ظاہر کر دینا، امتحانات کے نتائج میں اچھے نمبرز دینا یا فیل کر دینا بھی استاذ کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ بہتیرے طلباءِ زمانہ میں حصول علم کا شوق مفقود ہوتا ہے وہ نہایت بداخلاق اور بے قاعدہ ہوتے ہیں۔ لہٰذا وہ اپنی تعلیمی صلاحیت سے تو

اساتذہ کو خوش نہیں کر سکتے مگر اساتذہ کو کو راضی رکھنے کے لیے وقتاً فوقتاً تحفے تحائف پیش کرتے اور دعوتیں کھلاتے ہیں تا کہ نہ تو انہیں مدرسے سے نکالا جائے اور نہ ہی فیل کیا جائے۔ لہٰذا اساتذہ کو چاہیے کہ تحفہ قبول کرنے میں نہایت احتیاط سے کام لے اور اگر تحفہ یا دعوت مذکورہ قسم کے طالب علم کی طرف سے ہے تو نہ قبول کرنے ہی میں عافیت سمجھے اور طلبہ کی طرف سے پیش کیے جانے والے تحائف کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ علامہ شامی، علامہ طحطاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے فرماتے ہیں،

و فی قبول الھدیة من التلامذة اختلاف المشائخ۔

(ردالمحتار ج۹ ص ۶۰۷)

اساتذہ کے طلبہ سے ہدیہ قبول کرنے میں مشائخ کا اختلاف ہے۔

مگر یہ اختلاف اسی صورت میں ہے جب کہ استاذ یا انتظامیہ کو معلوم نہ ہو کہ یہ تحفہ یا دعوت کس لیے پیش کی جارہی ہے ورنہ اگر معلوم ہو جائے کہ یہ دعوت خاص اسی لیے کی گئی ہے اور یہ واقعی اس کا کام بنا سکتا ہے یا کام بنانے میں ذریعہ ہو سکتا ہے تو وہ تحفہ نہ قبول کرنا واجب ہے کہ رشوت ہے فتاوی شامی میں ہے،

کذا العالم اذا اھدی الیه لیشفع أو یدفع ظلما رشوة۔

(ردالمحتار ج۹ ص ۶۰۷)

ترجمہ: اسی طرح عالم کو جب سفارش یا ظلم کو دور کرنے کے لیے ہدیہ دیا جائے تو رشوت ہے۔

منتظم کے لئے تحفہ کا حکم

جو حکم مدرس کا بیان ہوا وہی حکم ہر منتظم کا ہے خواہ کسی ادارے کا منتظم ہو یا جماعت

کا خواہ خالصتاً مذہبی جماعت ہو یا سیاسی کہ کسی نہ کسی اعتبار سے یہ بھی مسلمانوں کے کئی امور پر عہدہ دار ہوتے ہیں اور ان کی جنبش قلم یا زبان سے بہتیرے لوگوں کو فائدہ و نقصان پہنچتا ہے لہٰذا ان لوگوں کو بھی قبول ہدیہ و دعوت میں نہایت احتیاط کی ضرورت ہے۔

قاری قرآن اور نعت خوان کے لئے تحفہ

قاری قرآن اور نعت خواں حضرت کو بھی نذرانوں میں خصوصی احتیاط کی ضرورت ہے امام اہلسنت مجدد دین وملت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن سے جب مذکورہ افراد کے نذرانوں کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے درج ذیل الفاظ میں جواب ارشاد فرمایا،

''اس میں تین صورتیں ہیں اگر وعظ کہنے اور حمد و نعت پڑھنے سے مقصود یہی ہے کہ لوگوں سے کچھ مال حاصل کریں تو بے شک اس آیت کریمہ کے تحت داخل ہیں اور حکم لاتشتروا بایتی ثمنا قلیلا کے مخالف۔ وہ آمدنی ان کے حق میں خبیث ہے خصوصاً جبکہ ایسے حاجتمند نہیں ہوں جن کو سوال کی اجازت ہے کہ اب تو بے ضرورت سوال دوسرا حرام ہوگا اور وہ آمدنی خبیث تر و حرام مثل غصب ہے۔ عالمگیریہ میں ہے ما جمع السائل بالتکدی فھو خبیث دوسرے یہ کہ وعظ و حمد و نعت سے ان کا مقصود محض اللہ ہے اور مسلمان بطور خود ان کی خدمت کریں تو یہ جائز ہے اور وہ مال حلال ہے۔

تیسرے یہ کہ وعظ سے مقصود تو اللہ ہی ہو مگر ہے حاجتمند اور عادۃً معلوم ہے کہ لوگ خدمت کریں گے اس خدمت کی طمع بھی ساتھ لگی ہوئی ہے تو گرچہ یہ صورتِ دوم کی مثل محمود نہیں مگر صورت اُولیٰ کی طرح مذموم بھی نہیں جیسے درمختار میں فرمایا الوعظ لجمع

المال من ضلالۃ الیھود والنصاری یعنی مال جمع کرنے کے لئے وعظ کہنا یہود ونصاریٰ کی گمراہیوں سے ہے یہ تیسری صورت بین بین ہے اور دوم سے بہ نسبت اول کے قریب تر ہے جس طرح حج کو جائے اور تجارت کا کچھ مال بھی ساتھ لے جائے جسے لا جناح علیکم ان تبتغوا فضلا من ربکم فرمایا لہذا فتوی اس کے جواز پر ہے۔''

(فتاوی رضویہ جلد ۱۰ حصہ دوم ص ۱۲۵، ۱۲۶ مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی)

مذکورہ بالا عبارت سے ظاہر ہوا کہ، قاری، نعت خواں وغیرہ کے لیے نذرانوں کی تین صورتیں ہیں ایک تو سراسر ناجائز وحرام اور وہ نذرانہ واپس کرنا واجب یعنی جب ان کا مقصود ہی ان اعمال صالحہ کے ذریعے سے مال کمانا ہو۔ دوسری صورت جائز، حلال وطیب ہے یعنی جب کہ مذکورہ بالا اعمال صالحہ محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کرتے ہوں اور دل میں حصول مال کی طمع نہ ہو۔ تیسری صورت بھی جواز کی ہے مگر بچنا بہتر ہے یعنی جب نعت وقراءت سے مقصود تو رضائے الٰہی ہو مگر حاجتمند ہونے کی وجہ سے دل میں خواہش ہے کہ کچھ مل جائے۔ ان آخری دوصورتوں میں نعت خواں اور قاری کے لیے جواز اسی صورت میں ہے جبکہ وہاں مال دیا جانا مشہور ومعروف نہ ہو ورنہ اگر وہاں نعت وقرأت پر نذرانے وتحائف دیئے جانے کا عرف ہو تو اب خواہ نعت خواں وقاری نے نذرانے وتحائف کا تقاضا کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ خواہ اس کے دل میں اس کی طمع تھی یا نہ تھی، بہر حال ان حضرات کے لیے نذرانہ وتحفہ قبول کرنا اور منتظمین کا پیش کرنا ناجائز ہو جائیگا کیونکہ قوانین شرعیہ کی رو سے مشہور ومعروف مشروط ہی کے حکم میں ہے جیسا کہ فقہاء کرام رحمھم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں المعروف کالمشروط۔ فی زمانہ قرأت ونعت خوانی کے مواقع پر نذرانے وتحائف دینا وقبول کرنا

اتنا معروف ہو چکا ہے کہ محتاج بیان نہیں ہے چنانچہ عموما محفل منعقد کروانے والے اور قاری ونعت خواں گناہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس گناہ سے بچنے کی ایک صورت یہی ہے کہ نعت وقرآن خوانی پر کسی قسم کا نذرانہ وغیرہ قبول نہ کرے یا پھر شروع ہی میں تصریح کردی جائے کہ نعت خوانی وقرآت قرآن پر کسی قسم کا نذرانہ یا اجرت نہیں دی جائے گی یا نہیں لی جائے گی۔ پھر اخیر میں اگر منتظمین کچھ پیش کرنا چاہیں تو بہت نذرانہ پیش کر سکتے ہیں اور نعت خواں وقاری کے لیے بھی یہ نذرانہ قبول کرنا جائز ہے کیونکہ قوانین شرعیہ کی رو سے صراحت دلالت پر فوقیت رکھتی ہے۔ چناچہ فقہا کرام فرماتے ہیں الصریح یفوق الدلالۃ۔

نعت خوانی اورقرأت بطور پیشہ

البتہ جو بعض افراد نے نعت وقرأت خوانی کو پیشہ بنالیا اور اپنی اجرت بلاشرم وحیا طے کرلیتے ہیں سراسر ناجائز ہے۔ مذکورہ بالا حکم سے بخشش ونثار جو کہ دوران نعت خوانی عوام کی طرف سے نعت خواں پر نچھاور کی جاتی ہے مستثنیٰ ہیں کہ یہ امر سنت نبوی ﷺ سے ثابت ہے ہاں اگر کوئی بخشش ونثار دکھاوے کے لئے کرتا ہے تو وہ خود اپنے عمل کا ذمہ دار ہے نعت خواں پر اس کا وبال نہیں ہے۔

یونہی جب ان مذکورہ بالا افراد کی دعوتوں سے متعلق دریافت کیا گیا تو امام اہلسنت رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ'' اگر پڑھنے کے عوض کھلاتا ہے تو یہ کھانا نہ کھلانا چاہیے نہ کھانا چاہیے اگر کھلائے گا تو یہی کھانا اس کا ثواب ہو گیا اور ثواب کیا چاہتا ہے بلکہ جاہلوں میں جو یہ دستور ہے کہ پڑھنے والوں کو عام حصوں سے دونا دیتے ہیں اور بعض احمق پڑھنے والے اگر اون کو اوروں سے دونا نہ دیا جائے تو اسپر جھگڑتے

ہیں یہ زیادہ لینا دینا بھی منع ہے اور یہی اوس کا ثواب ہوگیا قال اللہ تعالیٰ لاتشتروا بآیتی ثمنا قلیلا (فتاویٰ رضویہ جلد ۱۰ حصہ دوم ص ۱۷۵)

اسی صفحے پر ایک دوسرے فتویٰ میں ارشاد فرمایا

''جب کسی کے یہاں شادی میں عام دعوت ہے جیسے سب کو کھلائے گا پڑھنے والوں کو بھی کھلایا جائیگا اوس میں کوئی زیادت وتخصیص نہ ہوگی تو کھانا پڑھنے کا معاوضہ نہیں کھانا بھی جائز اور کھلانا بھی جائز''

(ایضاً)

قاری اور نعت خواں وغیرہ کی دعوت سے متعلق امام اہلسنت کے فتاویٰ سے درج ذیل امور واضح ہوئے،

۱۔ کھانا کھلانے والے کے لیے جائز نہیں کہ وہ ان نیک کاموں کی اجرت کے طور پر مذکورہ افراد کو کھانا کھلائے۔

۲۔ مبلغ، قاری اور نعت خواں کے لیے ناجائز ہے کہ وہ بطور اجرت دعوت کھائے۔

۳۔ اگر مذکورہ افراد میں سے کوئی بھی تقریر و وعظ و قراءت و نعت پڑھنے کے بعد خصوصی دعوت کو قبول کرتے ہوئے کھائیگا تو ثواب اخروی سے محروم رہیگا بلکہ یہی کھانا وغیرہ اس کا اجر ہوجائیگا۔

۴۔ اگر عام دعوت ہو سب کھائیں گے تو اب ان مذکورہ افراد کو کھلانا بھی جائز ہے اور ان کا کھانا بھی جائز ہے۔

۵۔ اگر دعوت تو عام ہو مگر ان کے لیے خصوصی کھانے کا اہتمام ہو مثلاً لوگوں کو

صرف بریانی کھلائی جائے اور ان کے لیے سلاد اور رائتے کا بھی اہتمام ہو یا دیگر لوگوں کو تو ایک ایک حصہ دیا جائے اور ان کو زیادہ دیا جائے تو وہ خصوصیت وزیادت ان کے لیے بھی اور کھلانے والوں کے لیے بھی ناجائز ہے۔

بلاشبہ جو کچھ امام اہلسنت رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وہی حق ہے اس میں یہ عذر نہیں سنا جائیگا کہ مذکورہ افراد علماء وصلحاء ہیں اور یہ سب کچھ علماء وصلحاء کے اکرام کے لیے کیا جاتا ہے اگر واقعی یہ سب کچھ صرف ان حضرات کے اکرام کے لیے کیا جاتا ہے تو ایسا کرنے والوں کو چاہیے کہ وہ اس بات میں غور کریں کہ اگر یہ افراد یا ان میں سے کوئی ایک اچانک ان کے علاقے میں آجائے تو کیا اسی طرح اہتمام کرتے ہیں اور کیا اسی طرح نذرانے پیش کرتے ہیں۔ بہر حال اگر بعض افراد واقعی ان لوگوں کے اکرام کے لیے ایسا معاملہ کرتے بھی ہوں تو بھی قراءت ونعت خوانی کے مواقع پر ان کا خصوصی دعوت کرنا ممنوع ہی رہے گا کہ احکام شریعت عمومی حالات ومعاملات پر مبنی ہوتے ہیں جیسا کہ امام اہلسنت رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''جمل النور'' میں تحقیق فرمائی ہے۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں،

''اس تقدیر سے واضح ہوگیا کہ اگرچہ ایسی عورت ہزاروں میں ایک ہو جیسی ہزاروں میں ہزار ہوں جب بھی معتبر نہیں کہ حکم فقہ باعتبار غالب کے ہوتا ہے نہ کہ ہزاروں میں ایک''۔

(جمل النور فی نہی النساء عن زیارۃ القبور ص ۴۲۔۴۳ مطبوعہ: بزم عاشقان مصطفےٰ ﷺ ۔لاہور)

اسی طرح اگر مذکورہ افراد (نعت خواں اور قاری وغیرہ) یہ عذر کریں کہ ہم نے نہ

تو اس خصوصی دعوت کے لیے کہا تھا اور نہ ہی اجرت کے طور پر کھاتے ہیں بلکہ دعوت قبول کرنا سنت ہے اس لئے کھا لیتے ہیں تو ان افراد کو بھی غور کرنا چاہیے کہ اگر کسی محفل میں خصوصی دعوت نہ کی جائے تو کیا اپنی دلی کیفیات میں تبدیلی تو نہیں پاتے ؟ کیا انہیں اس بات کا احساس نہیں ہوتا کہ کیسے عجیب لوگ ہیں پانی تک کا نہیں پوچھا؟ کیا آئندہ اس جگہ پر قراءت ونعت کے لیے آنے میں ہچکچاہٹ تو نہیں محسوس کرتے ؟ نیز اگر کوئی مسلمان کہیں دور سے صرف دعوت کے لیے بلاتا تو سنت سمجھتے ہوئے قبول کر لیتے ہیں؟ اگر مذکورہ افرا اپنی دلی کیفیات میں تبدیل نہیں پاتے نہ ہی ضیافت نا کرنے پر کسی کے سامنے شکایت کرتے، آئندہ ایسی جگہ جانے میں ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے اور دیگر مسلمان بھائیوں کی بھی دعوت قبول کرنے میں پس وپیش سے کام نہیں لیتے ہیں تو ان لوگوں پر آفرین ہے ایسے لوگ قابل ستائش ہیں مگر پھر بھی ان کے لیے ان مواقع پر خصوصی دعوت قبول کرنا ممنوع ہی رہے گا کہ احکام شریعت کا مدار اکثر پر ہے جزئیات پر نہیں ۔

واعظ کی اجرت

امام اہلسنت مجدد دین وملت رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فتاوی میں نعت خواں اور قاری قرآن کے ساتھ ساتھ واعظین ومقررین کے اجرت لینے پر مذمت فرمائی ہے مگر راقم الحروف نے ان فتاوی کی توضیح میں واعظین اور مقررین کا ذکر نہیں کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ امام اہل سنت رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ فتاوی اصل مذہب کے مطابق لکھے ہیں اور اصل مذہب میں طاعت پر اجرت لینا ناجائز ہے سوائے چند امور مثل تعلیم قرآن، تعلیم فقہ، امامت اور اذان، ان امور میں ضرورت زمانہ کی وجہ سے اجرت لینا جائز ہے اسی

طرح متاخرین علماء نے وعظ پر بھی اجرت لینے کے جواز کا فتوی دیا ہے جیسا کہ خود امام اہلسنت رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض دیگر فتاوی میں اس کا ذکر فرمایا اور اسی پر فتوی دیا فتاوی رضویہ جلد ۸ صفحہ ۱۸۱ پر آپ رحمہ اللہ تعالیٰ وعظ اور قرآن خوانی کی اجرت کے متعلق فرماتے ہیں

"جائز ہے اگر نہ مشروط ہو نہ معروف ورنہ واعظ کے لیے علی الاختلاف جائز اور قرآن خوانی پر بالاتفاق ممنوع۔

(ج ۸ ص ۱۸۱)

مذکورہ بالا فتوے سے ظاہر ہوا کہ اگر واعظ کو طے کیے بغیر اجرت دی گئی اور وہاں اجرت دینا معروف بھی نہ ہو تو واعظ کے لیے یہ مال تمام مشائخ کے لیے نزدیک بالاتفاق حلال ہے اور اگر اجرت طے کر لی گئی تھی یا طے تو نہ کی گئی تھی مگر وہاں معروف ہے کہ واعظ کو کچھ نہ کچھ دیتے ہیں تو بھی بعض مشائخ کے نزدیک جائز ہے مگر اسی صفحے کے تین صفحات بعد ذرا واضح انداز میں فرمایا کہ اگر واعظ اپنے وعظ پر اجرت لے تو منع نہیں کیا جائیگا آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

"اصل حکم یہ ہے کہ وعظ پر اجرت لینا حرام ہے درمختار میں اسے یہود ونصاری کی ضلالتوں میں سے گنا مگر کم من حکم یختلف باختلاف الزمان کما فی العالمگیریۃ کلیۂ غیر مخصوصہ کہ طاعات پر اجرت لینا ناجائز ہے آئمہ نے حالات زمانہ دیکھ کر اس میں سے چند چیزیں بضرورت مستثنیٰ کیں ۔ امامت اذان، تعلیم قرآن مجید، تعلیم فقہ کہ اب مسلمانوں میں یہ اعمال بلانکیر معاوضہ کے ساتھ جاری ہیں ۔مجمع البحرین وغیرہ میں ان کا پانچواں وعظ گنا و بس ۔فقیہ ابو اللیث سمرقندی فرماتے ہیں میں چند چیزوں پر فتوی

دیتا تھا اب ان سے رجوع کی ازاں جملہ میں فتوی دیتا تھا کہ عالم کو جائز نہیں کہ دیہات میں دورہ کرے اور وعظ کے عوض تحصیل کرے مگر اب اجازت دیتا ہوں لہٰذا یہ ایسی بات نہیں جس پر نکیر لازم ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاوی رضویہ ج۸ ص۱۸۴)

چنانچہ وہ احکام جو نعت خواں اور قاری سے متعلق بیان کیے گئے ہیں ان میں واعظ داخل نہیں ہے مگر واعظ کے لیے بھی اولی یہی ہے کہ اجرت لینے سے گریز کرے۔

عاشق ومعشوق کا تحفہ

عاشق معشوق جو تحفے تحائف ایک دوسرے کو دیتے ہیں رشوت ہے۔

البحر الرائق میں ہے

ما یدفعه المتعاشقان رشوة یجب ردها ولا تملك (البحر الرائق ج٦ ص ٤٤١)

ترجمہ: عشق کرنے باہم ایک دوسرے کو جو تحائف دیتے ہیں رشوت ہے اس کا واپس کرنا واجب ہے اور وہ ملکیت میں داخل نہیں ہوتا۔

کام بنانے کے عوض کچھ دینا

اسی میں ہے:

قال ابرئته عن الدین لیصلح مهمه عند السلطان لا یبرأ و هو رشوة

ترجمہ: کہا کہ میں نے اسے قرض سے بری کیا تاکہ وہ سلطان کے پاس میرا کام بنا دے تو بری نہ ہوگا کیونکہ وہ رشوت ہے۔

لڑکی کے رشتہ کے عوض کچھ لینا

اسی میں ہے

الأخ أبیٰ ان یزوج الأخت الا ان یدفع له کذا فدفع، له ان یأخذ منه قائما او هالکا لأنه رشوة (ج٦ ص ٤٤٢)

ترجمہ: بھائی نے اپنی بہن کے نکاح سے منع کردیا کہ جب تک نکاح کرنے والا اتنا اتنا نہ دیدے۔ پس اس (شادی کرنے والے) نے اسے اس کے تقاضے کے مطابق ادائیگی کردی تو دینے والے کو حق حاصل ہے کہ لڑکی کے بھائی سے وہ چیز واپس لے لے خواہ وہ چیز باقی ہو یا ہلاک ہوگئی ہو کیونکہ وہ رشوت ہے۔

شادی بیاہ کے موقع پر بے جا مطالبات

شادی بیاہ کے موقع پر ایک دوسرے کی مجبوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مختلف قسم کے مطالبات کرنا بھی رشوت ہے مثلاً امام اہل سنت مجدد دین وملت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن سے استفتاء کیا گیا کہ شادی کے موقع پر لڑکی کے استاد کو دولہا یا اس کے والد کی طرف سے روپیہ دلوایا گیا۔ دولہا والوں نے بغرض مجبوری یا خوشی سے دیا۔ تو کیا اس صورت میں استاد کو وہ روپیہ لینا جائز ہے یا نہیں۔ امام اہلسنت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ، ''اگر بخوشی دیا تو لینا جائز ہے اور مجبوری سے دیا تو لینا حرام۔ قال الله تعالیٰ : یاایها الذین امنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارة عن تراض منکم۔ والله تعالیٰ اعلم '' (فتاوی رضویہ جلد ۱۰ حصہ ا ص ۲۰۹ مطبوعہ: مکتبہ رضویہ کراچی) حرمت کی وجہ ظاہر ہے کہ اگر دولہے والے یہ رقم نہ دیتے تو مسئلہ کھڑا ہوسکتا تھا۔ شریف آدمی کو اپنی

عزت کا خوف ہوتا ہے۔لہذا عزت بچانے کے لئے بامر مجبوری دیا لینے والے کے حق میں رشوت ہوا۔خوشی سے دینے میں رشوت نہ فرمایا بلکہ جائز بتایا کیونکہ ایسے مواقع پر اس قسم کے تحائف دینے کا رواج ہے۔ اس مسئلے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شادی سے پہلے یا بعد میں لڑکے والوں کی طرف سے مختلف قسم کے بے جا تقاضے کرنا بھی حرام ہے۔ہمارے معاشرے میں بعض اوقات شادی سے پہلے اور بعض اوقات شادی کے بعد لڑکے یا اس کے گھر والوں کی طرف سے مختلف قسم کے بے مطالبات کئے جاتے۔ مطالبات پورے نہ ہونے کی صورت میں لڑکی کی منگنی ختم ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے یا لڑکی پر زیادتی اور طلاق کا خوف ہوتا ہے۔ ایسے میں لڑکی والے چارونا چار لڑکے یا اس کے گھر والوں کے مطالبات پورے کرتے ہیں۔ لہذا یہ مطالبات کرنا بھی رشوت کا تقاضا کرنا ہے۔بہرحال اگر لڑکی والے بادل نخواستہ یہ مطالبات پورے کر بھی دیں تو لینے والے کے حق میں رشوت ہی ہیں۔

جنات کا تحفہ

یونہی جنات کی طرف سے عورتوں کو جو مال ملتا ہے وہ رشوت ہے۔ جب امام اہل سنت سے ایک عورت کے متعلق استفتاء کیا کہ جسے جن روپے وغیرہ دے جاتا تھا تو آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا،"وہ جن جو کچھ اس عورت کو دیتا ہے اس کا لینا حرام ہے کہ زنا کی رشوت ہے۔"(فتاوی رضویہ جلد۱۰حصہ۱ص۱۳۰ مطبوعہ: مکتبہ رضویہ کراچی)

ازروئے محبت دیا گیا تحفہ

۶۔ جو ازروئے محبت دیا جائے وہ دونوں کے حلال ہے۔ وہ رشوت

نہیں ہے۔اس سے مراد یہ ہے کہ غیر حاکم (مراد حکومتی عہدیدار ہو یا غیر حکومتی عہدیدار) کو کسی کی طرف سے بھی یا حاکم کو ان افراد کی طرف سے کہ جن کا تحفہ قبول کرنا اس کے لئے جائز ہے، اگر جائز محبت کے حصول کے لئے تحفہ دیا جائے تو جائز ہے۔مثلا ایک عام مسلمان دوسرے مسلمان کو تحفہ دے، یا رشتہ دار آپس میں تحفہ دیں یا کسی معظم دینی کو محبت بڑھانے کے لئے تحفہ دے تو جائز ہے۔

پیر صاحب کی خدمت میں تحائف

یونہی اپنے پیر صاحب کو تحفہ دے تا کہ پیر صاحب کے دل میں اس کے لئے محبت پیدا ہو یا زیادہ ہوجائے تو جائز ہے۔ کیونکہ اس قسم کے تحائف سے عموما دنیا مقصود نہیں ہوتی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور تحفہ دیے جانے والے (مھدی الیہ) کی محبت مقصود ہوتی ہے۔اور اگر صرف محبت بھی مقصود ہو تو بھی جائز ہے کہ یہ جائز محبت ہے اور حدیث شریف میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔لہذا اس قسم تحائف دینا بھی جائز ہے اور لینا بھی۔ ہاں اگر پیر صاحب کسی جماعت کے سربراہ بھی ہوں تو پھر مرید اپنی نیت کو خوب جانچ لے کہ وہ کس لئے تحفہ دے رہا ہے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم

المفتقر الیٰ رحمۃ اللہ العلی الوالی

محمد ابوبکر صدیق القادری الشاذلی

کتبـــــــــــــــــــــــــــــــہ

۷شعبان المعظم ۱۴۲۴ھ